قرآنی اسلوبِ خطاب اور کنزالایمان

پروفیسر دلاور خان

پرنسپل گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈیولپمنٹ سینٹر ایجوکیشن سٹی ملیر، کراچی

جوائنٹ سیکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کراچی

واٹس ایپ نمبر: 3222413267 92+

قرآنی اسلوب خطاب اور کنزالایمان

پروفیسر دلاور خاں

قرآن کے اسلوب کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں کئی منفرد اسلوب دکھائی دیتے ہیں جیسے قرآن کا اسلوب تکرار، اسلوب قسم، اسلوب ایجاز واختصار، اسلوب دعوت، اسلوب استفہام وغیرہ انہی میں سے ایک قرآنی اسلوب خطاب بھی ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ :

"قرآن میں تھوڑے فاصلے پر بسا اوقات ایک ہی آیت کے اندر خطاب بدلتا رہتا ہے۔اس سے ایک قاری سب سے زیادہ الجھن محسوس کرتا ہے۔ ابھی خطاب مسلمانوں سے تھا کہ مشرکین سے ہوگیا ابھی ذکر اہلِ کتاب کا ہو رہا تھا کہ دفعتًہ مسلمان مخاطب ہوگئے، ابھی واحد کے صیغہ سے تھا کہ فوراً جمع کے صیغہ میں ہوگیا۔ اسی طرح خود مصدر خطاب بھی بدلتا رہتا ہے۔ ابھی خطاب براہ راست اللہ کی طرف سے تھا کہ دفعتًہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کوئی بات کہی جارہی تھی کہ دفعتًہ کوئی بات جبرائیل امین کی زبان سے جاری ہوگئی۔ مخاطب و متکلم کی ان تبدیلیوں کی موجودگی میں ایک عام قاری کو سر رشتہ نظم کو سنبھالنا بڑا مشکل ہے"۔

تبدیلی خطاب کی بہت سی الجھنیں تو صرف اس بات کے سمجھ لینے ہی سے دور ہوجاتی ہیں کہ قرآن مجید بڑی حد تک خطبائے عرب کے کلام سے مشابہت رکھتا ہے جس طرح ایک خطیب محض اپنے رخ کی تبدیلی یا گردش چشم وابر بلکہ بسا اوقات لب ولہجہ کے تغیر اور معمولی التفات ہی سے اپنے مخاطب، اثنائے کلام کے اندر بدلتا رہتا ہے اس طرح قرآن مجید میں خطاب کی تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں اگر قاری کلام کے پس منظر پر نظر رکھے تو وہ انتشارِ خطاب کے باوجود روانی کلام کے ساتھ ساتھ بے تکلف مخاطب کو معین کرتا چلا جاتا ہے۔(۱)

یہی وجہ ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے قرآنی اسلوب خطاب کے ۳۴ پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے وہ ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ خطاب عام: اس سے عموم مراد ہے جیسے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ۔

(۲)۔ خطاب خاص اور مراد خصوص: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ۔

(۳)۔ خطاب عام مراد خصوص: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ۔ اس میں بچے اور دیوانے شامل نہیں۔

(۴)۔ خطاب خاص مراد عموم: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ، اس میں نبی کریم سے براہ راست خطاب ہے مگر وہ تمام لوگ ہیں جو طلاق کے مالک ہوں۔

(۵)۔ خطاب جنس: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ۔

(۶)۔ خطاب نوع: یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ۔

(۷)۔ خطاب عین: یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ۔

(۸)۔ خطاب مدح: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

(۹)۔ خطاب الذم: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ۔

(۱۰)۔ خطاب کرامت (عزوشرف): یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ، یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔

(۱۱)۔ خطاب اہانت: فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ اور اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔

(۱۲)۔ خطاب تہکم: ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ۔

(۱۳)۔ خطاب جمع لفظ واحد کے ساتھ: یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ۔

(۱۴)۔ خطاب واحد لفظ جمع کے ساتھ: یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ، تاقولہ تعالیٰ: "فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ": کہ یہ تنہا ہمارے رسول اللہ ﷺ کی طرف خطاب ہے کیوں کہ نہ تو آپ کے ساتھ کوئی اور نبی تھا اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہوتا یا ہوگا۔

(۱۵)۔ واحد کا خطاب تثنیہ کے لفظ سے: اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ۔

(۱۶)۔ تثنیہ (دو آدمیوں) کا خطاب لفظ واحد سے: فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰى۔

(۱۷)۔ دو شخصوں کا خطاب جمع سے: اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً۔

(۱۸)۔ جمع کا خطاب لفظ تثنیہ سے: والقیا کی مثال پہلے گذر چکی ہے۔

(۱۹)۔ واحد کے بعد جمع سے خطاب: وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ۔

(۲۰)۔ جمع کے بعد واحد سے خطاب: وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(۲۱)۔ واحد کے بعد دو شخصوں کا خطاب: اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ۔

(۲۲)۔ تثنیہ کے بعد واحد سے خطاب: قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى۔

(۲۳)۔ عین کا خطاب بحال یہ کہ اس سے مراد غیر ہو: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ، کہ اس میں خطاب تو نبی سے ہے اور مراد آپ کی امت اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ خود ہی خدا ترس تھے اور معاذ اللہ آپ سے کفار کی اطاعت کب ہو سکتی تھی۔

(۲۴)۔ غیر کی جانب خطاب ہو بحال یہ کہ اس سے عین مراد ہو: لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ۔

(۲۵)۔ وہ خطاب عام جس سے کوئی معین مخاطب مقصود نہ ہو: وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ۔

(۲۶)۔ ایک شخص سے خطاب کرنے کے بعد یوں اس کی جانب سے عدول کر کے دوسرے کو مخاطب بنالیا: "فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ" اتنی بات کے مخاطب نبی ﷺ کئے گئے تھے اور اس کے بعد پروردگار نے کافروں سے ارشاد کیا: "فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ"۔

(۲۷)۔ خطاب تکوین اور یہی خطاب التفات بھی ہے۔

(۲۸)۔ جمادات سے ذوالعقول جیسا خطاب: فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا۔

(۲۹)۔ خطاب تہیج (جوش دلانے والا خطاب): وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

(۳۰)۔ تحنن اور استعطاف (نرم دلی کرنے اور مہربان بنانے) کا خطاب: يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا۔

(۳۱)۔ خطاب تحبب (محبت ظاہر کرنا): يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ ، يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ۔

(۳۲)۔ خطاب تعجیز (کسی کو عاجز پا کر یا عاجز بنا دینے والی بات کا مخاطب کرنا): فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ۔

(۳۳)۔ خطاب تشریف (عزو شرف)

(۳۴)۔ خطاب معدوم اور یہ خطاب کسی موجودگی کی تبعیت (پیروی) میں صحیح ہوتا ہے جیسے "یابنی آدم" یہ اس زمانے کے آدمیوں اور ان کے بعد آنے والے تمام آدمیوں سب سے یکساں خطاب۔(۲)

قرآن کے اسلوب خطاب سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ وجوہ خطاب متعدد ہیں ان میں بہ ظاہر ایک خطاب ہے لیکن اس کے چونتیس مفاہم گنوائے گئے ہیں۔ اس لیے ان کے معنی مذکور کرنے کے لیے مترجم کے لیے قرآن کے عمیق مطالعے کی ضرورت ہے اور اگر اسے اس اسلوب قرآن کی گیرائی اور گہرائی کا علم نہیں تو وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور قارئین کی گمراہی کا بھی سبب بنے گا۔ ان وجوہ خطاب میں ایک بہت بڑا حصہ وجوہ مخاطبات رسول ﷺ پر بھی مشتمل ہے۔ جیسے خطاب محبت، خطاب شرف وعزت، خطاب کرامت، خطاب خاص مراد عام، خطاب عین، خطاب جنس خطاب مدح اور خطاب عین اور مراد غیر۔ قرآن کے وجوہ مخاطبات رسول ﷺ میں سے چند ایک کا مطالعہ کرتے ہیں:

مخاطب عین اور مراد غیر: (مخاطب رسول اور مراد غیر)

(يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا)(الاحزاب: الایۃ ۱) الخطاب له والمراد المؤمنون؛ لأنه ﷺ كان تقياً، وحاشاه من طاعة الكافرين والمنافقين، والدليل على ذلك قوله فى سياق الآية: (وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا) (الاحزاب: الاية٢) وقوله تعالىٰ: (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ) (يونس: الاية٩٤) بدليل قوله فی صدر الآية بعدها: (قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ) (يونس: الاية١٠٤)

ومنهم من أجراه على حقيقته وأوله، قال أبو عمر الزاهد (فی الياقوتة): سمعت الإمامين ثعلب والمبرد يقولان: معنى (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ) (يونس: الاية٩٤) أی: قل يا محمد: إن كنت فی شك من القرآن فاسأل من أسلم من اليهود، إنهم أعلم به من أجل أنهم أصحاب كتاب۔ وقوله: (عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ) (التوبة: الآية٤٣) قال ابن فورك: معناه وسع الله عنك! على وجه الدعاء، و (لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ) (التوبة: الآية٤٣) تغليظ على المنافقين، وهو فی الحقيقة عتاب راجع إليهم، وإن كان فی الظاهر للنبی ﷺ كقوله: (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ) (يونس: الآية٩٤) وقوله: (عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى) (عبس: الآية١) قيل: إنه أمية، وهو الذی تولی دون النبی ﷺ، ألا انه لم يقل: (عبست) (٣)

ترجمہ: جیسا کہ آیت کریمہ: [يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔] میں خطاب تو آپ ﷺ کو ہے مگر اس سے مؤمنین مراد ہیں، کیونکہ (اس آیت میں اللہ کی اطاعت (تقویٰ اختیار کرنے) اور کافروں و منافقوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور آپ ﷺ سے کافروں و منافقوں کی اطاعت و پیروی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور مؤمنین کے اس آیت کے مخاطب ہونے کی دلیل اگلی آیت: [وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔] ہے۔

اور اسی طرح آیت کریمہ: [فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ] (سُوْرَةُ يُوْنُس، آیت ٩٤) میں بھی ہے (کہ اس میں "كُنْتَ فِيْ شَكٍّ" سے خطاب معین (آپ ﷺ) کو ہے مگر مراد مؤمنین ہیں) اور اس آیت کے مخاطب مؤمنین ہونے کی دلیل آگے آنی والی آیت: [قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ۔] ہے۔

ابو عمر الزاہد اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ: میں نے دو بڑے امام ثعلب اور مبرّد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ [فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ] کا مطلب یہ ہے کہ: آپ کہہ دیجئے کہ 'اگر تم لوگوں کو قرآن کے بارے میں شک میں ہو تو اہل یہود میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اُن سے اس بارے میں پوچھیئے کیونکہ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے اس بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔

اور آیت: [عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ] کے بارے میں ابن فورک فرماتے ہیں کہ [عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ] کے معنٰی ہے: "وسع الله عنك" اور یہ دعا ہے (یعنی اللہ آپ کے ساتھ) اور آیت کا اگلا حصہ [لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ] یہ در حقیقت منافقین پر تغلیظ ہے اور یہ عتاب اُنہی کو ہے اگرچہ ظاہراً آپ ﷺ کو خطاب کرکے کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ [فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ] میں ہے۔

اور آیت: [عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى] کے بارے میں کہا گیا ہے کہ، اس سے مراد اُمیۃ ہیں، کیونکہ انہوں نے ہی رُو گردانی کی تھی نہ کہ آپ ﷺ نے، ذرا دیکھئے کہ اس آیت میں "عبست" نہیں کہا گیا بلکہ عبس کہا گیا۔

خطاب خاص مراد عموم (مخاطب رسول اور مراد عموم):

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ) (سورة طلاق، آیت ١) فافتتح الخطاب بالنبی ﷺ والمراد سائر من يملك الطلاق۔ (٤)

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ" (سورة طلاق، آیت ١)" اس آیت کریمہ میں مخاطب نبی کریم ﷺ ہیں مگر اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو طلاق دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔

1۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (۵)

(۱)۔ حق تو وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا۔

(۲)۔ سو ہرگز شک و شبہ کرنے والوں میں شمار نہ ہونا۔

(۳)۔ (اے پیغمبر یہ نیا قبلہ) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز کسی شک میں نہ پڑو۔

اس آیت میں مترجمین نے خطاب خاص سے خطاب خاص مراد لیا ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے شک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر دیا ہے جو آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محال ہے اور عصمت کے خلاف بھی ہے یہ دونوں امور اصولی ہیں یہاں مترجمین سے تسامح ہوا کہ وہ خاص خطاب سے خاص مراد لے رہے ہیں جب کہ قرآن کے اسلوب خطاب کی روشنی میں خطاب خاص سے یہاں عام مراد ہے اگر ترجمے میں یہاں عام خطاب مراد لیا جائے تو ایک طرف عصمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسداری بھی ہو گی تو دوسری طرف کئی اشکال بھی رفع ہو جائیں گے اس لیے اس آیت کا صحیح ترجمہ وہی قرار پائے گا جس میں خطاب خاص کی بجائے خطاب عام مراد لیا جائے۔ اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

(اے سننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تو شک نہ کرنا۔

اس ترجمے اور مذکورہ بالا تراجم کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا ان تراجم میں میں شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے جبکہ آپ کے ترجمے میں شک، اے سننے والے کی طرف منسوب ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے مولانا احمد رضا خاں کو قرآن کے اسلوب خطاب کی بھرپور معرفت حاصل ہے اور اسی اسلوب کی پیروی میں یہ ترجمہ تخلیق کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ نے خطاب خاص سے مراد خطاب خاص نہیں لیا بلکہ خطاب خاص کے بجائے خطاب عام مراد لیا ہے کہ "اے سننے والے" جس کا نتیجہ کہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شک منسوب کرنے سے ان کا قلم محفوظ و مامون رہا۔ آپ کے ترجمے کی دلیل ملاحظہ ہو:

ولیس المراد نهی الرسول عن الشك فیه لا نه غیر متوقع منه (بیضاوی)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شک سے نہیں روکا گیا کیوں کہ آپ سے تو شک کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی"

"الخطاب العام الوارد علی صورة النهی والمقصود منه اخبار کافة الناس بان المقام لیس بمظنة لان یرتاب جیه عن لانام"۔ (محشی)

یہاں عام خطاب ہے جو صورۃ نہیں ہے مقصد یہاں عام لوگوں کو خبر دینا ہے یہ مقام ایسا ہے کہ اس میں کسی ایک کو شک نہیں کرنا چاہیے۔(۶)

پس معلوم ہوا کہ دیگر مترجمین کی طرح:

(۱)۔ آپ نے ترجمے میں شک نبی کریم کی طرف منسوب نہیں کیا۔

(۲)۔ آپ کا ترجمہ قرآنی اسلوب خطاب کی عکاسی کر رہا ہے۔

(۳)۔ آپ نے خطاب خاص کی بجائے خطاب عام مراد لیا ہے۔

(۴)۔ آپ کے ترجمے کو مستند تفاسیر کی تائید حاصل ہے۔

2۔ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ۔(۷)

- ♦ تجھ کو دھوکا نہ دے کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا
- ♦ نہ فریب ڈالے تجھ کو پھرنا ان لوگوں کا کہ کافر ہوئے بیچ شہروں کے
- ♦ (اے پیغمبر) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکا نہ دے
- ♦ تو نہ بہک اس پر کہ آتے جاتے ہیں کافر شہروں میں
- ♦ اے نبی دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکا میں نہ ڈالے۔

اس آیت کے ان تراجم سے ذہن میں خیال آسکتا ہے ثم معاذ اللہ کہ کافروں کا شہر میں چلنا پھرنا نبی کریم کو بہکا سکتا ہے اور دھوکے میں مبتلا کر سکتا ہے اس لیے آپ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آپ کافروں کے چلنے پھرنے سے نہ تو بہکیں اور نہ ہی ان کے دھوکے میں آئیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کافروں کا

شہروں میں گھومنا پھرنا نہ تو آپ کو راہ حق سے بہکا سکتا ہے اور نہ ہی آپ کو دھوکا دے سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ براہ راست اس آیت میں خطاب کے مصداق نہیں۔ قرآنی اسلوب خطاب کے تناظر میں خطاب خاص ہے جبکہ مراد عام۔ اس لیے آیت کا وہی ترجمہ درست ہوگا جس میں خطاب تو نبی کریم ﷺ سے ہو اور مراد عام ہو دیگر مترجمین کے مقابلے میں مولانا احمد رضا خاں خطاب خاص سے مراد خطاب خاص نہیں لیتے بلکہ خطاب خاص سے مراد عام لیتے ہوئے یوں ترجمہ کرتے ہیں: "اے سننے والے! کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے"

آپ نے اس آیت کا یوں ترجمہ نہیں کیا "(اے پیغمبر) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکا نہ دے" کیوں کہ یہ خطاب رسول کریم ﷺ سے نہیں بلکہ امت کے ہر سننے والے سے ہے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کی تائید ان مستند مفسرین سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

المخاطب فی قولہ: [یَغُرَّنَّكَ] من ھو؟ فیہ قولان:

اول: أنہ الرسول ﷺ ولکن مراد ھوالا مۃ۔ قال قتادہ واللہ ماغر ونبی ﷺ حتی قبضہ اللہ، والخطاب وان کانہ إلا المراد غیرہ۔ **الثانی:** وھوأن ھذالکل من سمعہ مکلفین، کانہ قیل لایغرنك ایھا السامع۔(۸)

ترجمہ: "یَغُرَّنَّكَ" میں کون مراد ہے؟ اس میں دو اقوال ہیں مخاطب نبی کریم ﷺ ہیں لیکن مراد امت ہے۔ امام قتادہ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ لوگ نبی کریم کو دھوکہ نہیں دے سکتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہوجائے اس لیے مراد دیگر افراد امت ہیں۔

مخاطب مکلفین میں سے ہر سننے والا ہے گویا یوں کہا جارہا ہے کہ اے سننے والے تجھے دھوکہ نہ دے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

الخطاب للنبی ﷺ والمراد الامہ۔(۹)

یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد امت۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

الخطاب للنبی ﷺ المراد امتہ۔(۱۰)

یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

علامہ بغوی لکھتے ہیں:

فالخطاب للنبی ﷺ المراد غیرہ۔(۱۱)

یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے لیکن اس سے مراد غیر ہے۔

علامہ سمرقندی لکھتے ہیں:

قیل: ھذا الخطاب للمومنین۔(۱۲)

کہا جاتا ہے کہ یہ خطاب مومنین سے ہے

علامہ ماوردی لکھتے ہیں:

انہ خطاب لکل من سمعہ، فکأنہ قال: لایغرنك ایھا السامع تقلب الذین کفروا فی البلاد (۱۳)

یہ خطاب ہر سننے والے کے لیے گویا یوں فرمایا کہ اے سننے والے کفار کا شہروں میں گھومنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔

علامہ ابن عطیہ لکھتے ہیں:

والخطاب للنبی علیہ السلام والمراد امتہ۔(۱۴)

یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

علامہ ابن سلام لکھتے ہیں:

ھو خطاب لکل من سمعہ ای لایغرنك ایھا السامع۔(۱۵)

یہ خطاب ہر سننے والے کے لیے یعنی اے سننے والے تجھے گمراہ نہ کرے۔

علامہ خازن لکھتے ہیں:

الخطاب لرسول ﷺ والمراد بہ غیرہ من الامہ لأنہ ﷺ لم یغتر قط والمعنی لا یغرنك ایھا السامع تقلب الذین کفروا فی البلاد۔(۱۶)

خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے اور اس سے مراد امت ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ تو کبھی بھی دھوکے میں نہیں پڑے۔ تو

مطلب یہ ہوا کہ اے سننے والے! کفار کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔
ابو بکر الجزائری لکھتے ہیں:
المخاطب رسول الله والمراد أصحابه وأتباعه۔(۱۷)
اس میں مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن مراد آپ کے صحابہ اور متبعین ہیں۔
علامہ طبرانی لکھتے ہیں:
المعنی: [لَا یَغُرَّنَّكَ] یا محمد الخطاب به والمراد غیره۔(۱۸)
آپ ﷺ سے خطاب یا محمد ﷺ ہے لیکن اس سے مراد غیر ہے۔
3۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ (۱۹)
♦ اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر حق راہ جو تیرے پاس آئی۔
♦ اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہش کی پیروی نہ کرنا۔
♦ اور جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔
♦ اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا۔
♦ اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر حق راہ جو تیرے پاس آئی۔
ان تراجم کے مطالعہ سے ذہن میں یہ تصور ابھرتا ہے کہ آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کی خوشی کی خاطر معاذ اللہ راہ حق چھوڑ سکتے ہیں اس امکان کی وجہ سے آپ کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ آپ ان کی خوشی کی خاطر ہر گز ہر گز راہ حق نہیں چھوڑنا۔ جبکہ یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کے لیے محال ہے کیوں کہ آپ خود ھادی اور درجۂ معصومیت پر فائز ہیں۔ یہ تراجم آپ کے ھادی اور معصوم ہونے کے انحراف پر مشتمل ہیں ان تراجم میں اس اعتقادی سقم کی وجہ یہ ہے کہ مترجمین قرآن کے اسلوب خطاب سے واقف نہیں اور لغت کی بنیاد پر یہ ترجمہ کر گذرے انہوں نے یہاں خطاب خاص سے مراد خطاب خاص لیا ہے جبکہ ایسا نہیں۔ اس تناظر میں ایسا ترجمہ درکار ہے جو عصمت نبی ﷺ کی عکاسی کرتا ہو اور قرآن کے اسلوب خطاب کا بھی مظہر ہو۔ اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا مطالعہ کرتے ہیں:
''تو اے سننے والے! ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا''
اس ترجمے میں یہود و نصاریٰ کی خوشی کی خاطر نبی کریم ﷺ کے راہ حق کو چھوڑنے کے امکانات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رد کیا گیا ہے۔ آپ کی معصومیت اور ھادی جیسی صفاتِ جلیلہ کا دفاع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن کے اسلوب خطاب کو اس ترجمے میں خوب برتا ہے جس کی وجہ سے تراجم پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا علمی و تحقیقی اور اعتقادی جواب مل گیا۔ آپ نے اس آیت کے ترجمے میں خطاب خاص سے مراد خطاب خاص مراد نہیں لی بلکہ انہوں نے خطاب خاص سے مراد خطاب عام لی ہے بظاہر یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد آپ نہیں بلکہ غیر ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے جس قرآنی اسلوب خطاب کے تحت اس آیت کا ترجمہ کیا ہے اس کی تائید ان مستند مفسرین سے بھی ہوتی ہے۔
علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں:
الخطاب له والمراد غیره۔(۲۰)
یہ خطاب بظاہر نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد اس سے آپ نہیں بلکہ غیر ہیں۔
علامہ جلال الدین محلی سیوطی لکھتے ہیں:
[وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ] عادلاً [عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ] ایها الامم۔(۲۱)
علامہ ماوردی (ت450ھ) لکھتے ہیں:
فیهم قولان: احدهما: أنهم امة نبینا ﷺ والثانی: امم جمیع الانبیاء۔(۲۲)
اس میں دو اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہمارے نبی ﷺ کی امت ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق تمام انبیاء کی امتیں ہیں۔
علامہ خازن (ت725ھ) لکھتے ہیں:

وان کان خطاباً للنبی ﷺ لکن المراد بہ غیرلأنہ ﷺ لم تبع اھواھم۔(۲۳)

بظاہر یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد اس سے غیر ہے کیوں کہ آپ ﷺ سے ان کی خواہشات کی پیروی ممکن نہیں۔

علامہ القمی نیشاپوری (ت728ھ) لکھتے ہیں:

أوالخطاب لہ والمراد غیرہ۔(۲۴)

اس آیت میں خطاب بظاہر آپ ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ نہیں غیر ہیں۔

4۔ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔(۲۵)

- تو تم ہر گز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔
- پس مت ہو شک لانے والوں سے۔
- سو تو مت ہو شک کرنے والوں میں سے۔
- سو آپ شک کرنے والوں میں نہ جائیں۔
- تحقیق سو تو مت ہو شک لانے والا۔
- لہٰذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہوں۔
- سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں۔

ان تراجم سے یہ تاثر پیدا ہوتا کہ نبی کریم ﷺ شک وشبہ میں مبتلا ہیں اور آپ کو یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ آپ شک وشبہ کرنے والوں میں نہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم میں نبی کریم ﷺ کا شک وشبہ کرنا امر محال ہے۔ یہاں مترجمین سے تسامح ہوا کہ انہوں نے اس آیت کے خطاب خاص کو خطاب خاص پر محمول کر کے یہ ترجمہ کر دیا جس کی بناء پر ایسا ترجمہ معرض وجود میں آیا کہ جو نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہی نہیں بلکہ آیات محکمات کے بھی خلاف ہے اگر مترجمین قرآن کے اسلوب خطاب میں سے یہ اسلوب اختیار کرتے کہ خطاب خاص ہے لیکن اس سے مراد عام ہے۔ تو ان کا ترجمہ درست قرار پاتا۔ اس کا صحیح ترجمہ وہی ہو گا جس میں خطاب تو نبی کریم سے ہو لیکن مراد عام ہو۔ مولانا احمد رضا خاں قرآن کے اسی اسلوب خطاب کی پیروی کرتے ہوئے اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"تو اے سننے والے! تو ہر گز شک کرنے والوں میں نہ ہو"

آپ نے دیگر مترجمین کی طرح خطاب خاص سے خطاب خاص مراد نہیں لیا بلکہ خطاب خاص سے مراد عام لیا ہے، جس کی وجہ سے ایک طرف قرآنی اسلوب خطاب کی پیروی دکھائی دیتی ہے تو دوسری طرف عصمت رسول ﷺ کی پاس داری کا بھی فریضہ سر انجام دیا۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کی ثقاہت کا مطالعہ مستند تفاسیر کی روشنی میں کرتے ہیں:

علامہ طبری (ت ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

فان قال لنا قائل: أوکان النبی ﷺ شاکاً فی أن الحق من ربہ اوفی أن القبلۃ التی وجھہ اللہ ایھا حق من اللہ تعالیٰ ذکرہ حتی نھی عن الشک فی ذلک فضیل لہ: [فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ]؟ قیل ذلک من الکلام الذی تخرجہ العرب مخرج الأمر أو النھی للمخاطب بہ والمراد بہ غیرہ، کما قال جل ثناؤہ: [یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ] [الاحزاب:۱] ثم قال: [وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا] [الاحزاب:۲] فخرج الکلام مخرج الأمر للنبی ﷺ والنھی لہ، والمراد بہ أصحابہ المؤمنون بہ وقد بینا نظیر ذلک فیما معنی قبل بما أغنی عن إعادتہ۔(۲۶)

ترجمہ: اگر کوئی کہنے والا ہم سے کہے کہ کیا نبی کریم ﷺ کو رب کی طرف سے اس کے حق ہونے میں شک تھا؟ یا جس قبلے کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے اس میں شک تھا؟ جس کی وجہ سے "فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ" کہہ کر شک سے منع کیا جا رہا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ کلام عرب کا اسلوب یہ ہے کہ امر اور نھی میں مخاطب ایک فرد ہوتا ہے اور اس سے مراد مخاطب کا غیر مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ" اور "وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى" میں امر اور نھی کا مخاطب نبی کریم ﷺ ہیں اور مراد اہلِ ایمان ہیں اور اس کی نظیر ہم اس سے بیان کر چکے ہیں۔ اس کی اعادے کی ضرورت نہیں۔

علامہ قرطبیؒ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قوله تعالیٰ: [فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ] أي من الشاكين، والخطاب للنبی ﷺ والمراد أمته۔ (۲۷)

ترجمہ: الممترین کے معنی شاکین (شک کرنے والے) ہیں۔ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد اُمّت ہے۔

علامہ ماوردی (متوفی ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

فان قیل: أفکان شاکاً حین نهی عنه؟ قیل: هذا وإن کان خطاباً للنبی ﷺ فالمراد به غیر من أمته۔ (۲۸)

ترجمہ: اگر یہ کہا جائے کہ کیا نبی کریم ﷺ کو جب روکا گیا تو انہیں شک تھا؟ تو جواب یہ ہے کہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے مراد آپ علیہ الصلوٰۃ السلام کی اُمت ہے۔

علامہ ابن عطیہؒ (متوفی ۵۴۶ھ) فرماتے ہیں:

وقوله تعالیٰ: [فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ] الخطاب للنبی ﷺ والمراد أمته۔ (۲۹)

ترجمہ: خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد اُمّت ہے۔

علامہ ابنِ عبدالسلام (متوفی ۶۶۰ھ) لکھتے ہیں:

خوطب به والمراد أمته۔ (۳۰)

ترجمہ: آپ ﷺ کو مخاطب کیا گیا اور مراد اُمّت ہے۔

علامہ نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں:

وقیل: الخطاب فی الظاهر للنبی علیه السلام والمراد أمته۔ (۳۱)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ: ظاہر میں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد اُمّت ہے۔

علامہ خازن (متوفی ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں:

فان قلت: النبی صلی الله علیه وسلم لم یمتر ولم یشك فما معنی هذا النهی؟ قلت: هذا الخطاب وإن کان للنبی صلی الله علیه وسلم ولکن المراد غیره والمعنی فلا تشکوا أنتم أیها المؤمنون۔ (۳۲)

ترجمہ: اگر تم کہو کہ نبی کریم ﷺ کو تو کوئی شک نہیں ہوا پھر اس نہی کا کیا مطلب؟ میں نے کہا: یہاں اگرچہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن مراد غیر نبی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم شک نہ کرو۔

علامہ ثعالبی (متوفی ۸۷۵ھ) فرماتے ہیں:

الخطاب للنبی صلی الله علیه وسلم والمراد أمته۔ (۳۳)

ترجمہ: خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد اُمّت ہے۔

امام طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

الخطاب فی هذا الآیة للنبی ﷺ والمراد به غیره۔ (۳۴)

ترجمہ: اس آیت میں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد غیر نبی یعنی اُمّت ہے۔

علامہ طبری (متوفی ۵۴۸ھ) لکھتے ہیں:

والخطاب وأن کان متوجهاً إلی النبی ﷺ فالمراد به الأمة۔ (۳۵)

ترجمہ: خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن مراد اس سے اُمّت ہے۔

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوا کہ جن آیات میں بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے کیا گیا ہے لیکن اس سے مراد آپ کی ذات مقدسہ نہیں بلکہ وہاں امت یا سننے والے مراد ہیں تو مولانا احمد رضا خاں نے بھی اسی قرآنی اسلوب خطاب کا تتبع اپنے تراجم میں بھی کیا ہے قرآن کے اس اسلوب خطاب کے اطلاق کے لیے کنزالایمان سے مزید آیات کے تراجم کا صرف مطالعہ کرتے ہیں تاکہ مقالہ طوالت اختیار نہ کرے۔

- اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا۔
- اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔
- اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا۔
- اے سننے والے تو ہر گز نادان نہ بن۔
- اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے

ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

○۔اے سننے والے ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔

○۔اے سننے والے! اگر شیطان تجھے کوئی کونچادے تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

○۔تو اے سننے والے دھوکے میں نہ پڑا اس سے جسے یہ کافر پوجتے ہیں۔

○۔اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔

○۔اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں۔

○۔اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے جیسا کہ گہرا دوست۔

○۔اے سننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں شک کرے گا۔

○۔ (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہو گا اور نہ مددگار۔

○۔ (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا اور اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستمگار ہو گا۔

جبکہ دیگر مترجمین نے قرآن کے اسلوب خطاب ''خطاب خاص مراد خطاب عام'' سے انحراف کیا اور خطاب خاص کو خطاب خاص ہی سمجھ بیٹھے کہ ان آیات میں نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ مراد ہے اور انہیں سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ:

○۔بے شک آپ بھی ان ظالموں میں سے ہو گے۔

○۔تم ہر گز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔

○۔حق چھوڑ کر خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔

○۔آپ کو شیطان بھلادے۔

○۔ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔

○۔آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں۔

○۔باطل لوگوں کی اتباع مت کیجئے۔

○۔قرآن کی طرف سے شبہ میں نہ رہ۔

○۔آپ ان کے (باطل پرست ہونے) میں کسی شک میں نہ رہیں۔

○۔خدا کے ساتھ کوئی معبود نہ بنانا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ اور (درگاہ خدا سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے۔

قرآن کے اسلوب خطاب سے صرف نظر کرنے کا یہ نتیجہ **نکلا کہ مذکورہ تراجم:**

(۱)۔قرآنی آیات محکمات سے متصادم ہیں۔

(۲)۔عظمت رسول ﷺ کے منافی ہیں۔

(۳)۔منصب نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہیں۔

(۴)۔معصومیت نبی کریم ﷺ کے صریح خلاف ہیں۔

(۵)۔حضور اکرم ﷺ کے ھادی اور دیگر صفات جلیلہ کی نفی ہو رہی ہے۔

(۶)۔حضور کے اسوۂ حسنہ کی نفی ہے۔

ان تراجم کی موجودگی میں کنزالایمان ایک مینارہ نور ہے۔ جس میں:

- ❖ عظمت اور مقام مصطفٰے کا تحفظ کیا گیا ہے۔
- ❖ منصب نبوت کے تقاضوں کی پاسداری کی گئی ہے۔
- ❖ معصومیت نبی کریم ﷺ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔
- ❖ حضور اکرم کی صفات جلیلہ کی پاسداری کی گئی۔
- ❖ حضور اکرم کے اسوۂ حسنہ کا ہر لحاظ سے تحفظ برتا گیا ہے۔
- ❖ اور قرآن کے اسلوب خطاب، خطاب خاص مراد عام کو خوب برتا۔ تمام مستند تفاسیر کا نچوڑ ہے۔

خطاب محبت:

جیسے علامہ جلال الدین سیوطی نے الاتقان اور علامہ زرکشی نے اپنی کتاب ''البرھان فی علوم القرآن'' میں قرآن کے اسلوب خطاب میں ''خطاب محبت'' کی وضاحت کی ہے یہی وجہ ہے مولانا احمد رضا خاں نے کنزالایمان میں قرآن کے اس اسلوب

کو بر موقع اور بر محل خوب برتا۔ جیسے:

(۱)۔اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے اسے پھینکی۔

(۲)۔اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں۔

(۳)۔اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لیے کہ وہ نادان ہیں۔

(۴)۔اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے۔

(۵)۔اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق ہے۔

(۶)۔اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

(۷)۔اے محبوب خوشی سناؤ نیکی والوں کو۔

(۸)۔ اے محبوب تم اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔

(۹)۔اے محبوب تمہارا ڈر سنانا تو انہیں کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم رکھتے ہیں۔

(۱۰)۔تو اے محبوب تم اپنے رب کی عظمت والے رب کے نام کی پاکی لو۔

(۱۱)۔ اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

(۱۲)۔اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

قرآن کے اس اسلوب کے مطالعہ سے اس سوال کا جواب بھی مل گیا کہ قرآن کی مذکورہ آیات میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس کا ترجمہ ''اے محبوب'' ہو جیسا کہ ہم نے مطالعہ کیا قرآن میں ''خطاب'' کے چونتیس معنی ہیں انہیں خطاب میں ایک خطاب کا معنی محبت ہے،اسے محبوب بھی ہے اس لیے یہ ترجمہ میں کوئی اضافہ نہیں۔ جو مترجمین قرآن کے ان وجوہ مخاطبات کا وقوف نہیں رکھتے ان کے تراجم اس محبت آمیز خطاب سے عاری دکھائی دیتے ہیں۔

حفظِ مراتب:

وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ(۳۶)

(۱) دراں حال یہ کہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں

(۲) اور حال یہ ہے کہ (اے نبی) اس شہر میں تم کو حلال کر لیا گیا ہے۔

(۳) جب تو اس شہر میں اترے گا۔

(۴) اور تجھ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں۔

(۵) اور تو اس شہر کا آزاد شہری ہے۔

(۶) اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

(۷) اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

فرقِ مراتب:

مولانا احمد رضا خاں کا اسلوبِ خطابیہ یہ ہے کہ آپ قرآن کا ترجمہ کرتے وقت مرتبے کا لحاظ کرتے ہیں تاکہ مخاطب اور مخاطب الیہ کا فرق قاری پر خوب واضح ہو۔اردو زبان کی یہ خاصیت ہے کہ مخاطب کے ضمائر میں فرق کو ملحوظ رکھنے کے لیے ''تم'' اور ''آپ'' کے الفاظ موجود ہیں، جبکہ یہ خاصیت دیگر زبانوں میں مفقود ہے۔اسی لیے اردو زبان کے آداب میں سے یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا چھوٹے سے مخاطب ہو تو وہ چھوٹے کے لیے ''تم'' کی ضمیر استعمال کرے گا اور اگر کوئی چھوٹا بڑے سے مخاطب ہو تو وہ بڑے کے لیے ''آپ'' کی ضمیر استعمال کرے گا۔اسی اصول کو مولانا احمد رضا خاں نے اپنے ترجمۂ قرآن میں جا بجا برتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ، نبیِ کریم ﷺ سے خطاب فرماتا ہے تو مولانا اس خطاب کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔

اور تمہارے رب کا حکم آئے۔

اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

ترجمے میں اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ سے ''تم'' اور ''تمہیں'' کی ضمیر سے خطاب نہ صرف ہماری زبان کے آداب کے مطابق ہے، بلکہ اس خطاب میں توحید و رسالت، خالق و مخلوق، ساجد و مسجود، عبد و معبود کا فرق واضح ہو رہا ہے، جبکہ ضمیر ''آپ'' میں فرقِ مراتب ملحوظ نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا نے رسولِ کریم ﷺ کے لیے ضمیر تم اور تمہیں استعمال کی ہے جس میں ادبیت، معنویت، مقصدیت جامعیت اور عقیدۂ توحید و رسالت کی معرفت اتم درجے میں پائی جاتی ہے۔

اسی طرح جب کوئی چھوٹا بڑے سے مخاطب ہو تو مولانا احمد رضا خاں اس کے لیے ضمیر ''آپ'' استعمال کرتے ہیں تا کہ فرقِ مراتب ملحوظ رہے، مثلاً:

اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (۳۷)

آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر ظاہر فرمادیا اور قمیص دی کہ اباجان حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھنا، ان کو بینائی حاصل ہو جائے گی۔ اس خوشخبری ملنے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ''مجھے یوسف علیہ السلام کی بو آرہی ہے'' اس وقت آپ کے پوتوں اور موجود اہل و عیال نے یہ کلام کیا۔ **(۳۸)**

یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں نے فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضمیر ''آپ'' استعمال کی ''تم'' نہیں۔ جب چھوٹے بڑے سے مخاطب ہوں وہاں ضمیر ''آپ'' استعمال کی جاتی ہے، کیوں کہ یہاں پوتے اور اہل و عیال حضرت یعقوب علیہ السلام سے مخاطب ہیں اس ضمیر ''آپ'' میں ترجمے کے قاری پر دادا اور پوتوں کا فرق بالکل واضح ہے۔ جب کہ اسی آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: ''تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے''

قرآنی اسلوب خطاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ ضمیر خطاب کے چونتیس معنی ہیں۔ مترجم قرآن کے لیے ضروری ہے کہ اس اسلوب پر اس کی گہری نظر ہو کہ کس موقع پر کس سے خطاب ہے اور اس کے مطلوبہ معنی کیا ہیں۔ اگر وہ اس کی معرفت اور اطلاق میں کامل نہیں تو وہ ایسا ترجمہ تخلیق کرے گا جس سے وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی۔ ساتھ ساتھ سینہ پھولا کر یہ دعویٰ بھی کرے گا کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا یہ تو قرآن میں ہی لکھا ہے جس کا ماننا فرض ہے۔ جب کہ تحقیق سے ثابت ہو چکا کہ اس کے گمراہ کن معنی خطاب کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔ ان خطابات میں ایک بڑا حصہ مخاطبات رسول ﷺ پر بھی مشتمل ہے جیسے خطاب محبت، خطاب عزو شرف، خطاب کرامت، خطاب خاص مراد عام اور خطاب عین، مراد غیر۔ خطاب خاص اور خطاب عین میں بہ ظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے۔ حقیقت میں اس سے مراد آپ کی ذات مقدسہ نہیں بلکہ اس سے مراد امت، اے سننے والے کسے باشد ہے۔ یہ مقام نہایت ہی نازک اور احتیاط طلب ہے زرا سی کوتاہی سے معنی کیا سے کیا ہو جائے گا اس تناظر میں کنزالایمان کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکارہ ہو گئی کہ مولانا احمد رضا خاں کو قرآنی اسلوب خطاب کی نہ صرف معرفت تھی بلکہ انہوں نے ترجمے میں اس کا اطلاق بر موقع بر محل کیا جیسے اے محبوب، اے سننے والے کسے باشد اور تم فرماؤ۔ آپ نے ترجمے میں ''اے محبوب'' کا اضافہ کیا یہ ظاہر یہ کسی لفظ کا ترجمہ نہیں لیکن خطاب محبت اطلاق جہاں جہاں ہو گا اس خطاب محبت کے یہی معنی مذکور ہوں گے کہ ''اے محبوب'' یہ کوئی زائد ترجمہ نہیں بلکہ حسب حال بھی ہے دوسرے الفاظ میں خطاب میں ''اے محبوب'' محذوف تھا اسے مذکور کیا گیا۔ اسی طرح جب خطاب بہ ظاہر نبی کریم ﷺ سے ہو لیکن مراد امت، اے سننے والے کسے باشد تھے یہاں بھی یہ کسی لفظ کا ترجمہ نہیں لیکن خطاب خاص مراد و عام اور خطاب عین مراد غیر کا جہاں جہاں بھی اطلاق ہو گا اس خطاب کے یہی معنی مراد لیے جائیں گے ''اے سننے والے'' یہ بھی کوئی زائد ترجمہ نہیں۔ جن مترجمین نے قرآن کے اس اسلوب خطاب کا لحاظ نہیں رکھا ان کے تراجم عظمتِ رسول ﷺ، محبتِ رسول ﷺ، عصمتِ

رسول ﷺ اور شانِ رسول ﷺ سے عاری دکھائی دیتے ہیں ایسے تراجم کی موجودگی امت کے قلوب واذہان میں عشق رسول ﷺ کی آبیاری میں بڑی رکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔ جس میں خطاب امت یا سننے والے کی بجائے براہ راست نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ جیسے، تم ہر گز شک نہ کرنا، کافروں کی خواہشات کی پیروی مت کرنا باطل کی کی اتباع مت کرنا، خدا کے ساتھ کوئی معبود نہ بنانا اور شیطان آپ کو بھلا دے۔ مذکورہ براہ راست خطاب:

- قرآنی آیات محکمات سے متصادم ہے۔
- عظمت رسول ﷺ کے منافی ہے۔
- منصب نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔
- معصومیت نبی کریم ﷺ کے صریح خلاف ہے۔
- حضور ﷺ کی صفت ھادی اور دیگر صفات جلیلہ کی نفی پر مبنی ہے۔

جبکہ کنزالایمان میں قرآن کے اسلوب خطاب کے عملی اطلاق کی وجہ سے:

- عظمت رسول اور مقام مصطفےٰ کا تحفظ کیا گیا۔
- منصب نبوت کے تقاضوں کی پاس داری کی گئی ہے۔
- معصومیت نبی کریم ﷺ کا ہر طرح سے دفع کیا گیا ہے۔
- حضور اکرم کے اسوۂ حسنہ کا تحفظ کیا گیا ہے۔
- حضور ﷺ کی صفات جلیلہ کی پاسداری کی گئی ہے۔
- عظمت رسول ﷺ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ کیا گیا۔
- قرآنی اسلوب خطاب کے عملی اطلاق کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔
- مستند تفاسیر سے ترجمے کو مدلل کیا گیا ہے۔
- گمراہ کن تراجم کی موجودگی میں کنزالایمان مینارہ نور ہے۔

حوالہ جات:

(۱)۔ امین احسن اصلاحی، مولانا، مبادی تدبر قرآن، ص ۲۱۲۔
(۲)۔ جلال الدین سیوطی شافعی امام الاتقان فی العلوم القرآن، حصہ دوم۔
(۳)۔ بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی امام، البرھان فی علوم القرآن، ص ۴۴۱۔
(۴)۔ بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی امام، البرھان فی علوم القرآن، ص ۳۲۸۔
(۵)۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۱۴۷۔
(۶)۔ قاضی عبدالرزاق بھترالوی علامہ، تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان۔ ص ۷۰۔
(۶)۔ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن، آیت ۱۹۶۔
(۸)۔ فخرالدین محمد بن عمر الرازی، شافعی امام، مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر ★۔
(۹)۔ ابوعبداللہ قرطبیؒ مالکی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن ★۔
(۱۰)۔ ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی انوار التنزیل واسرار التاویل ★۔
(۱۱)۔ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی شافعی امام، معالم التنزیل ★۔
(۱۲)۔ ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، تفسیر بحر العلوم ★۔
(۱۳)۔ علامہ ماوردی، تفسیر النکت والعیون ★۔
(۱۴)۔ ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ، المحرر الوجیز تفسیر الکتاب العزیز ★۔
(۱۵)۔ علامہ ابن سلام، تفسیر القرآن ★۔
(۱۶)۔ علامہ خازن، تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل ★۔
(۱۷)۔ علامہ ابو بکر الجزائری، أیسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر ★۔
(۱۸)۔ علامہ طبرانی، التفسیر الکبیر ★۔
(۱۹)۔ سُوْرَۃُ الْاَنْعَام، آیت ۱۱۴۔
(۲۰)۔ علامہ فخرالدین محمد بن عمر الرازی، شافعی، مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر ★۔
(۲۱)۔ علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن۔
(۲۲)۔ علامہ ماوردی، تفسیر النکت والعیون ★۔
(۲۳)۔ علامہ خازن، تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل ★۔
(۲۴)۔ علامہ القمی نیشاپوری، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ★۔
(۲۵)۔ سُوْرَۃُ الْاَنْعَام، آیت ۱۱۴۔
(۲۶)۔ محمد بن جریر طبری امام، جامع البیان فی التفسیر القرآن ★۔
(۲۷)۔ ابوعبداللہ قرطبیؒ مالکی الجامع لاحکام القرآن ★۔
(۲۸)۔ علامہ ماوردی، تفسیر النکت والعیون ★۔
(۲۹)۔ ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ، المحرر الوجیز تفسیر الکتاب العزیز۔
(۳۰)۔ علامہ ابن سلام، تفسیر القرآن ★۔
(۳۱)۔ امام نسفی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل ★۔

(۳۲)۔علامہ خازن، تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل ★۔
(۳۳)۔علامہ الثعالبی، جواہر الحسان فی تفسیر القرآن ★۔
(۳۴)۔علامہ طبرانی، تفسیر الکبیر ★۔
(۳۵)۔محمد بن جریر طبری امام، جامع البیان فی التفسیر القرآن۔
(۳۶)۔سُوْرَۃُ الْبَلَد، آیت ۲۔
(۳۷)۔سُوْرَۃُ یُوْسُف، آیت ۹۵۔
(۳۸)۔قاضی عبدالرزاق بتھرالوی علامہ، تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان۔
ص ۲۰۱۔
★ www.altafsir.com.(Dated 2-5-2018)